رشید حسن خاں کی خطوط نگاری

ڈاکٹر محمد سعید،ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

Rasheed Hasan Khan is one of the most prominant researcher of urdu literature. In this article his letters have been discussed because he depicted a lot of literary issues in his letters rather than his personal life.

> ''ایک صاحب کو کسی وجہ سے شہرت حاصل ہو گئی ہے (وہ شہرت کسی طرح کی ہو) اُن کے نام معاصرین یا بزرگوں کے خط بھی آتے ہوں گے۔ اگر وہ صاحب یہ کریں کہ اپنے نام آنے والے خطوں کو خود مرتب کریں یا پس پردہ رہ کر کسی سے مرتب کرا دیں اور شائع کرائیں، تو اِسے خود اشتہاری کی ایک صورت ماننا چاہیے۔ آپ اسے خفیف الحرکاتی بھی کہہ سکتے ہیں۔ اِس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ موصوف کو اپنی اہمیت جتانے اور شہرت حاصل کرنے کا ہُوکا ہے۔ ایسے سب یا بیش تر خط مکتوب نگاروں کی اجازت کے بغیر شائع کیے گئے ہوں۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ اُن کا متن قطع و برید سے کس حد تک محفوظ رہا ہے۔ ایسے مجموعوں کے مندرجات کو سند اور ثبوت کے طور پر استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ استفادہ کرنے والا کہاں کہاں جائے گا اور کس کس سے پوچھے گا کہ اُس کا جو خط مجموعے میں شامل ہے، اُس کا احوال کیا ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ سستی شہرت حاصل کرنے کے اِس رجحان کی ہمت افزائی نہ کی جائے''۔ (رشید حسن خاں)

رشید حسن خاں کے خطوط کے ابھی تک دو مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ پہلا مکاتیبِ رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی اس کو ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے مرتب کیا ہے اور یہ لاہور سے جون ۲۰۰۹ء میں شائع ہوا۔ اس کے ''عرض مرتب'' اور ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے ''دیباچے'' کی تاریخوں سے واضح ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے مجموعہ مرتب کر کے ۲۳۔ مارچ ۲۰۰۹ء کو ہاشمی صاحب کو بھجوا دیا۔ انھوں نے اس پر نظر ثانی بھی کی ہوگی اس طرح تقریباً ایک مہینہ بعد ۲۵۔ اپریل ۲۰۰۹ء کو انھوں نے اس کا دیباچہ مکمل کیا۔ اس میں ترسیٹھ خطوط ہیں پچاس ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے نام اور تیرہ متفرق ہیں۔

دوسرا مجموعہ رشید حسن خاں کے خطوط کے نام سے فروری ۲۰۱۱ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ اس کو ڈاکٹر ٹی۔ آر۔ رینا نے مرتب کیا ہے۔ یہ ضخیم مجموعہ ۱۰۵۵ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں ۱۰۳۸ خطوط ہیں۔

ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا، رشید حسن خاں کے خطوط کا ایک اور مجموعہ بھی مرتب کر رہے ہیں۔

رشید حسن خاں کے خطوط کے مذکورہ بالا دونوں مجموعوں میں سے اوّل الذکر مجموعے کو اشاعت کے حوالے سے ہی تقدم زمانی حاصل نہیں ہے ترتیب و تدوین کے لحاظ سے بھی خطوط کا یہ مجموعہ مثالی ہے۔ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد بڑے سلجھے ہوئے اور منجھے ہوئے محقق ہیں۔رشید حسن خاں سے نیاز مندی کے سبب تدوین سے بھی انھیں خاص دلچسپی ہے۔اس میں شک نہیں کہ رشید حسن خاں کے مکاتیب کا یہ مجموعہ انھوں نے بہت محنت اور محبت سے مرتب کیا ہے اور آداب تدوین کی پوری پابندی کی گئی ہے۔بڑی اہم معلومات پر مبنی حواشی بھی محنت سے لکھے گئے ہیں جو مکاتیب کے متن کی تفہیم میں بہت مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد کو رشید حسن خاں اور ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی دونوں سے نیاز مندانہ تعلق ہے۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحریک پر انھوں نے مکاتیب کا یہ مجموعہ مرتب کیا ہے۔وہ اپنے ''عرضِ مرتب'' میں لکھتے ہیں:

> ''ان گراں اَرز مکاتیب کی ترتیب و تہذیب کو میں اپنی خوش بختی خیال کرتا ہوں۔رشید حسن خاں کے ساتھ میرے نیاز مندانہ تعلق کے باعث اُستادِ مکرّم ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے مجھے اس کام کے لیے منتخب کیا اور پھر خطوط، کتابیں، رسالے اور مضامین عطا فرمائے۔الحمد للہ کہ ان کی تحریک و تشویق اور دُعاؤں کی بدولت یہ کام تکمیل آشنا ہوا۔میرا حرف حرف اُن کا سپاس گزار ہے''۔[۱]

اس مجموعے کی انفرادیت یہ ہے کہ آداب تدوین کے مطابق مرتب نے شروع میں تفصیل سے یہ وضاحت کر دی ہے کہ انھوں نے ان مکاتیب کی ترتیب و تدوین میں کیا طریق کار اختیار کیا۔ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد ''عرض مرتب'' میں لکھتے ہیں:

> ''زیرِ نظر مکاتیب کی ترتیب و تدوین میں حسبِ ذیل طریق کار اختیار کیا گیا ہے:
>
> ۱۔مکاتیب کو تاریخ وار ترتیب دیا گیا ہے۔
>
> ۲۔مکتوب نگار کے روش تحریر اور املا کا مکمل اتباع کیا گیا ہے؛ چوں کہ وہ الفاظ اور حروف [جیسے چوں کہ، حالاں کہ، بشرطے کہ وغیرہ] کو ملا کر لکھنے کے قائل نہیں، اس لیے اُن کے تتبع میں اسی قاعدے کو اپنایا گیا ہے۔چند ایک جگہوں پر عجلت میں اُنھوں نے بعض الفاظ کو ملا کر لکھا ہے جنھیں میں نے اُسی صورت میں برقرار رکھا ہے جیسے: غمگساری، چشم براہ، مسار، بیخوابی، ٹیلیفون وغیرہ، البتہ قوسینِ کبیر [ ] میں کذا لکھ کر نشان دہی کر دی گئی ہے۔اسی طرح بعض جملوں میں جہاں مکتوب نگار نے ایک ہی لفظ کو دو بار لکھا ہے یا سہواً اُن سے کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے وہاں بھی [کذا] لکھ دیا گیا ہے۔یہ وضاحت ضروری ہے کہ کمپیوٹر کمپوزنگ (مشینی کتابت) کے عدمِ تعاون کی وجہ سے ''کہہ'' کا اِملا خاں صاحب کے مطابق اختیار نہیں کیا جا سکا۔
>
> ۳۔مکاتیب کی بہتر اور موثر تفہیم کے لیے ضروری مقامات پر حواشی و تعلیقات کا اضافہ کیا گیا ہے

جو مکاتیب کے آخر میں نمبروار شامل ہیں۔

۴۔خط میں تاریخوں کا اندارج یک ساں نہیں۔مکتوب نگار نے کہیں خط کے آغاز میں کہیں خط کے اختتام پر تاریخ رقم کی ہے اور تاریخ لکھتے ہوئے کہیں اُردو ہندسے استعمال کیے ہیں اور کہیں انگریزی ہندسے۔میں نے اصول اور روایت کے مطابق تاریخ کو مکاتیب کے آغاز میں درج کیا ہے تاکہ پہلی نظر ہی میں معلوم ہو جائے کہ خط کس تاریخ کا مرقومہ ہے۔

۵۔متن مکاتیب سے پیش تر مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کے کوائف نامے شامل کیے گئے ہیں تاکہ بہ یک نظر ان کی زندگی کے اہم تر واقعات اور ان کی علمی و ادبی خدمات کا اندازہ لگایا جا سکے، مکتوب نگار کے چند ایک خطوط کے عکس بھی شامل کتاب ہیں جن سے مکتوب نگار کے سوادِ تحریر اور روشِ تحریر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔اسی طرح خاں صاحب کی بعض تصانیف کے دستخطی سرورقوں کے عکس بھی شامل کتاب ہیں، جن سے مکتوب نگار کے سوا تحریر اور روشِ تحریر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔اسی طرح خاں صاحب کی بعض تصانیف کے دستخطی سرورقوں کے عکس بھی دیے جا رہے ہیں، جن سے مکاتیب کے بعض مطالب کی تفہیم آسان ہوگی''۔[۲]

تدوین کی کتابوں میں اپنے طریق تدوین کی وضاحت نہایت ضروری عمل ہے لیکن عموماً اسے نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد کا اس نوعیت کی تفصیل سے نوازنا احسن عمل ہے اور تدوین سے ان کی سنجیدہ دلچسپی کا مظہر ہے۔البتہ ایک بات کی کمی کا احساس ہوتا ہے کہ ''عرض مرتب'' یا ''دیباچہ'' یا مجموعے کے کسی اندارج سے یہ وضاحت نہیں ہو سکی کہ کیا ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے نام رشید حسن خاں کے صرف یہی پچاس مکاتیب ہیں یا ان کے علاوہ بھی کچھ تھے۔دوسری بات جو مکاتیب مرتب ہوئے ہیں کیا ان کے متن میں سے کسی وجہ سے کچھ جملے یا کچھ حصّے خذف تو نہیں کیے گئے۔بظاہر ایسا کوئی تاثر نہیں ملتا لیکن خطوط کی تدوین کا یہ لازمی اصول ہونا چاہیے کہ مرتب اس نوعیت کی وضاحت ضرور کرے۔چاہیے وہ سارے خط مجموعے میں دے رہا ہے اور اس کے متن میں سے کوئی بات اس نے حذف نہ بھی کی ہو لیکن اس کا اظہار اور اعتراف ضروری ہے۔

اس مجموعے میں ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد کے ''عرض مرتب'' کے بعد ان کے مرتب کیے ہوئے رشید حسن خاں اور ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے کوائف نامے ہیں۔اس کے بعد ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کا ''دیباچہ'' ہے پھر رشید حسن خاں کے مکاتیب شروع ہوتے ہیں۔پچاس خط ہاشمی صاحب کے نام ہیں۔ہر خط کے آخر میں اس کے متن سے متعلقہ حواشی بھی درج ہیں۔آخر میں دو ضمیمے ہیں۔پہلے ضمیمے میں ہاشمی صاحب کے علاوہ تین احباب کے نام رشید حسن خاں کے بارہ غیر مطبوعہ خط اور ایک مدیر ترجمان القران کے نام رشید حسن خاں کا خط ہے۔دوسرے ضمیمے میں رشید حسن خاں کی خودنوشت سوانح ''کچھ اپنے بارے میں'' کا عکس دیا گیا ہے۔یہ تحریر ایم۔اے اُردو کی ایک طالبہ جو رشید حسن خاں کے بارے میں مقالہ لکھ رہی تھیں ان کے سوالات کے رشید حسن خاں کی طرف سے جوابات

ہیں۔آخر میں قاسم محمود احمد کا مرتب کیا ہوا ''اشاریہ'' ہے پھر مآخذ و مصادر۔اس طرح یہ مجموعہ مکاتیب اپنی گوناں گوں خصوصیات کی وجہ سے رشید حسن خاں کے سلسلے ہی میں نہیں تحقیق و تدوین میں بھی گراں قدر اضافہ ہے۔

ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے ''عرض مرتب'' کے تحت رشید حسن خاں کے ان علمی مکاتیب کی خصوصیات اور اُن کے اسلوب نگارش کو بھی بڑے جامع انداز میں بیان کر دیا ہے۔جس کا ذکر آگے آئے گا لیکن یہاں پہلے مرتب کے ایک محل نظر بیان کا جائزہ لینا مقصود ہے۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کو رشید حسن خاں سے نیاز مندانہ تعلق خاطر تھا اور اس کی نیاز مندی کے علاوہ ان کی شریف النفسی، سادگی، محنت پسندی اور علم سے سچی لگن کے پیش نظر رشید حسن خاں ان کی رائے کو اہمیت دیتے تھے اور انھیں اپنے دوستوں میں شمار کرتے تھے۔ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد دونوں کے تعلق خاطر کے پیش نظر لکھتے ہیں کہ دونوں میں خط کتابت کا دو طرفہ سلسلہ جاری ہونے کے بعد:

> ''مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کے درمیان دوستی کا رشتہ گہرا ہوتا گیا۔اس دوستی کے استحکام میں دونوں کے تحقیقی مزاج، اخلاص کیشی، سخت کوشی اور علمی اندازِ کار نے اہم کردار ادا کیا۔رشید حسن خاں ایک دو بار جب پاکستان آئے تب دونوں کے درمیان ملاقاتوں کا سلسلہ بھی رہا جن سے سلسلۂ دوستی مزید مضبوط ہوا۔رشید حسن خاں اُنھیں اپنا پیر و مرشد کہا کرتے تھے اور اُن کی رائے کو غیر معمولی اہمیت دیتے تھے۔اسی طرح رفیع الدین ہاشمی بھی اُن کی علمی اور ادبی خدمات کے ہمیشہ معترف رہے اور اُن کی تحریروں سے کسبِ فیض کرتے رہے۔ہاشمی صاحب کی خواہش کے احترام میں رشید حسن خاں نے لفظیاتِ اقبال اور تدوین کلامِ اقبال جیسے اہم منصوبوں پر کام کا آغاز کر دیا تھا''۔[۳]

ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کو اپنا پیر و مرشد مانتے ہیں اور ان کے مطابق رشید حسن خاں بھی ان کو اپنا پیر و مرشد کہا کرتے تھے۔اس طرح رشید حسن خاں اور ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد آپس میں پیر بھائی ٹھہرتے ہیں۔اس میں شک نہیں کہ رشید حسن خاں کو ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی سے تعلق خاطر بھی تھا اور وہ اُن کی رائے کو غیر معمولی اہمیت بھی دیتے تھے اور یہ بھی درست ہے کہ انھوں نے تین چار خطوں میں ہاشمی صاحب کو کہیں ''پیر و مرشد'' اور کہیں ''پیر جی'' بھی لکھا ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکال لینا چاہیے تھا کہ واقعی رفیع الدین ہاشمی اُن کے پیر و مرشد تھے یہ درست بات نہیں ہے۔اس سے مرتب کی ہاشمی صاحب سے عقیدت کا اظہار تو ہو جاتا ہے لیکن روایت غلط ہو جاتی ہے۔پیر و مرشد کا جو تصور ہمارے معاشروں میں ہے اس کے پیش نظر ایسی بے احتیاطی کچھ عرصے بعد صحیح معنوں میں رشید حسن خاں کو ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کا مرید خاص بنا دے گی۔پہلی بات یہ کہ یہ رشید حسن خاں کا اسلوب ہے اور جن مقامات پر انھوں نے پیر جی لکھا ہے وہاں اُن کے لہجے کو آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔دوسری بات ان چند مقامات کے علاوہ رشید حسن خاں نے ہاشمی صاحب کے لیے جو القاب زیادہ تر استعمال کیے وہ ''محبّ مکرم''، ''اور محبّ محترم''، وغیرہ ہیں اور میرا خیال یہ ہے کہ ان مکاتیب کے مرتب اور مکتوب الیہ دونوں ''محبِّ مکرم'' کے مفہوم سے

اچھی طرح آگاہ ہیں۔اس خلافِ واقعہ بات کی تردید ضروری ہے ورنہ آگے چل کر کئی مقامات ایسے نکال لیے جائیں گے جہاں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ’’کی خواہش کے احترام‘‘ میں رشید حسن خاں کا سر تسلیم خم دکھایا جاسکتا ہے۔حیرت اس بات پر ہے کہ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے تو آنکھوں پر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی سے عقیدت کی عینک لگائی ہوئی تھی خود ہاشمی صاحب نے یہ کیسے گوارا کرلیا کہ خود کو رشید حسن خاں کا مرشد لکھوائیں۔رشید حسن خاں نے محاوراً لکھا اگر انھوں نے صحیح معنوں میں بھی انھیں پیرو مرشد تسلیم کرلیا ہوتا تو خود ہاشمی صاحب کو تو اس کا لحاظ ہونا چاہیے تھا کہ کیا یہ خطاب ان پر سجتا ہے۔یہ مجموعہ مرتب ہونے کے بعد ہاشمی صاحب کے پاس پہنچا وہ احتیاط پسند ہیں اس لیے انھوں نے اس کے پروف بھی دیکھے ہوں گے،حواشی پر بھی نظر کی ہوگی اور لازمی بات ہے ’’عرض مرتب‘‘ بھی ملاحظہ کیا ہوگا ۔اس کے بعد دیباچہ بھی لکھا۔اس کے باوجود انھوں نے اسے جانے دیا تو گویا یہ خودنمائی سے بھی کوئی اگلی منزل ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اگر ایسے القاب کا ذکر کرنا ضروری بھی خیال کیا گیا تھا تو اس کا ایک مناسب طریقہ یہ تھا کہ اس کے ساتھ لفظ محاورتاً لکھ دیا جاتا کہ رشید حسن خاں نے محاورتاً انھیں اپنا پیرو مرشد بھی کہا ہے۔دوسری مناسب اور بہت مناسب صورت یہ تھی کہ رشید حسن خاں نے ہاشمی صاحب کے لیے سارے خطوط میں جو القاب و آداب لکھے ہیں ان سب کی تفصیل دے دی جاتی۔بہر حال یہ ایک جملۂ معترضہ تھا اسے یہیں ختم کیا جاتا ہے۔

رشید حسن خاں کے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے نام ان مکاتیب کے مطالعے کے بعد مرتب ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد کی اس رائے سے اتفاق کرنا پڑتا ہے کہ:

> ’’یہ مکاتیب صحیح معنوں میں علم کا گنجینۂ اور معارف کا خزینہ ہیں۔تحقیق،تدوین،املا،اقبالیات اور دیگر علمی و ادبی موضوعات پر کتنے ہی نادر نکات ان مکاتیب میں زیر بحث آئے ہیں۔یہ مکاتیب ایک عالم اور محقق کے علمی و ادبی مشاغل و مصروفیات کا اشاریہ بھی ہیں اور اُن کی نجی و ذاتی زندگی کے عکاس بھی۔ان کی پسند و ناپسند،معمولاتِ روز و شب،پریشانیاں،راحتیں،بیماریاں،علاج معالجہ،منصوبے،خواب،آرزوئیں اور نہ جانے کیا کیا ان مکاتیب کے متن میں موجود ہیں‘‘[۱۲]

رشید حسن خاں کے خطوط کا دوسرا مجموعہ ڈاکٹر تیرتھ رام رینا نے مرتب کیا ہے۔ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا رشید حسن خاں سے سچی اور والہانہ محبت کرنے اور رکھنے والے انسان ہیں۔ان کا مرتبہ ضخیم مجموعہ خطوط رشید حسن خاں سے اُن کی محبت و عقیدت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔رشید حسن خاں کے بارے میں اب تک جو کچھ کتابی صورت میں چھپ چکا ہے یہ مجموعہ ان سب پر بھاری ہے۔جتنی معلومات ان خطوط کے ذریعے سے مل جاتی ہیں وہ دوسری کتابوں سے نہیں مل پاتیں۔اس مجموعے سے ایسی ایسی معلومات ملتی ہیں جو اور کہیں نہیں ملتیں۔پورے ہندوستان سے کیسے کیسے سینئر ادیبوں سے انھوں نے خطوط نکلوائے یہ بجائے خود ایک بڑا کام ہے ورنہ کتابوں اور کاغذوں کے انبار میں سے سینئر لوگوں کا خطوط نکال کر دینا آسان نہیں ہوتا۔ان کو بھی بہت سوں نے انکار کر دیا ہوگا یا خاموش رہے ہوں گے لیکن جنھوں نے بھجوادیے ان کا رشید حسن خاں سے تعلق خاطر ایک طرف خود ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا کی محبت اور طلب کا

یہ اعجاز ہے۔ نہ جانے ان کو کتنی بار یاد دہانی کروانا پڑی ہوگی۔ ڈاکٹر ٹی۔ آر۔ رینا کی ثابت قدمی اور صبر وتحمل کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ یہ بھی ان کی ثابت قدمی اور سچی لگن کا اعجاز ہے کہ جاوید رحمانی جو خود رشید حسن خاں کے مکاتیب کو مرتب کرنا چاہتے تھے انھیں جب پتا چلا کہ رینا صاحب بھی مرتب کر رہے ہیں تو ان کی طلب صادق دیکھ کر جو خطوط انھوں نے جمع کیے تھے وہ سب ان کو بھجوا دیے۔

ڈاکٹر ٹی۔ آر۔ رینا ان خطوط کو ۲۰۰۶ء سے جمع کر رہے تھے۔ اور اس مجموعے کی اشاعت کے بعد بھی اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ ان کی ثابت قدمی ضرور رنگ لائے گا اور وہ جلد ہی ایک اور مجموعے سے بھی نوازیں گے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر ٹی۔ آر۔ رینا کی جن خصوصیات کا اندازہ ہوا وہ یہ ہیں کہ انھیں شہرت کا ہوکا نہیں، وہ اگر چاہتے تو آسانی سے اس ضخیم مجموعے کو دو تین مختصر مجموعوں کی صورت میں مرتب کر سکتے تھے۔ اور اپنی کتابوں کی فہرست کو بڑھا سکتے تھے۔

ڈاکٹر ٹی۔ آر۔ رینا کے مرتبہ اس مجموعے کے شروع میں اُن کا ''حرفِ آغاز'' ہے جس میں ان خطوط کی جمع آواری اور ترتیب و اشاعت کے بارے میں بعض ضروری باتیں لکھ دی ہیں۔ اس کے بعد شارب ردولوی کا ''پیش لفظ'' ہے۔ اس کے بعد مرتبہ کا طویل مقدمہ ہے جس کا پہلا حصّہ رشید حسن خاں کی سوانحی زندگی اور شخصیت پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد رشید حسن خاں کے خطوط کی املا، رسم الخط اور رموز اقاف اور پھر ان کے خطوط کو چھے اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ مقدمے کے آخر میں رشید حسن خاں کے کچھ اسفار کی تفصیل بھی ہے۔ اس طرح یہ مقدمہ رشید حسن خاں اور اُن کے خطوط کے بہت سے پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ ڈاکٹر ٹی۔ آر۔ رینا نے رشید حسن خاں کے ۱۶۱ احباب کے خطوط کو جمع کر لیا ہے جن میں پاکستان سے صرف جمیل الدین عالی کا ایک خط اور ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے ۱۲ خط ہیں۔ اس کے علاوہ تمام مکتوب الیہ کا تعلق بھارت کے مختلف شہروں سے ہے۔ ڈاکٹر ٹی۔ آر۔ رینا کا یہ خیال درست ہے کہ:

> ''خاں صاحب کے خطوط کی تعداد سینکڑوں نہیں ہزاروں میں ہوسکتی ہے جو برصغیر ہندو پاک کے علاوہ فرانس، جرمنی، انگلستان، جاپان اور امریکہ تک کے کتب خانوں کے دفاتر میں ہوں گے جنھیں حاصل کرنے کے لیے ایک عمر چاہیے۔ چند مشاہیر ادب نے میرے خطوط کے جواب میں یہاں تک لکھ دیا کہ چند وجوہات کی بنا پر مرحوم رشید حسن خاں کے خطوط تلف ہو چکے ہیں۔ ان خطوط کا ضائع ہونا کتنا ادبی نقصان ہے اس کی تلافی کیوں کر ہوسکتی ہے؟ اس کا اندازہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کی نظروں میں خاں صاحب کے خطوط گزرے ہوں۔ اُن کے خطوط سادہ، صاف اور رواں نثر کے بہترین نمونے ہیں۔ زبان وبیان کی پاکیزگی جو تحقیقی نثر کا لازمی جزو ہے، وہ ان خطوط میں بہ درجۂ اتم پائی جاتی ہے''۔۵

ڈاکٹر ٹی۔ آر۔ رینا نے ان خطوط کی تدوین کے حوالے سے جو طریق کار اختیار کیا اُس کی تفصیل تو درج نہیں کی لیکن اپنے ''حرفِ آغاز'' میں ایک وضاحت ضرور کر دی ہے جو بہت اہم ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''راقم نے آج تک جتنے خطوط حاصل کیے وہ اُن کے اصل خطوط کے عکس ہیں۔ یوں تو خاں

صاحب کے بعض خطوط اردو ادب (نئی دہلی)، نیا دور (لکھنؤ)، ہماری زبان (نئی دہلی)، مژگاں (کلکتہ) اور ترسیل (بمبئی) میں بھی شائع ہوئے ہیں۔راقم نے پھر بھی کوشش کی ہے کہ شائع شدہ خطوں کو اُن کے اصل عکس کے ساتھ مقابلہ کرکے دیکھ لیا جائے۔ اس سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ بعض خطوط جو چند جملوں کے حذف کے ساتھ شائع ہوئے انھیں مکمّل کر لیا گیا اور اُن کے املا کو بھی خاں صاحب کے املا کے مطابق لکھ دیا گیا''۔[۶]

اس اقتباس سے ان کے طریق کار کے بارے میں دو بنیادی باتوں کا پتا چلتا ہے۔ایک یہ کہ انھوں نے اصل خطوط کے عکس سامنے رکھے ہیں اور جو خط رسائل میں شائع ہو چکے تھے ان میں اگر کچھ جملے حذف کیے گئے تھے تو ان کا اضافہ کر دیا ہے۔اس سے اس بات کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے تمام خطوط کے متن کو اصل کے مطابق پیش کر دیا ہے کہیں بھی نقطے لگا کر کوئی عبارت حذف نہیں کی گئی۔ایسی مصلحتوں سے اس مجموعے کا دامن پاک ہے۔رشید حسن خاں نے انتہائی غضب کے عالم میں بعض خطوط میں گالیاں بھی لکھی ہیں۔کوئی اور مصلحت پسند شخص انھیں مرتب کرتا تو ان کا خذف کر دیا جانا طے تھا اور رشید حسن خاں کے ایک دوست اسلم محمود کے نام خطوط، جن میں سے بیشتر میں شعرا کی فحش گویاں زیر بحث آئی ہیں وہ تو شاید چھپتے ہی نہ۔ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا اُردو تحقیق کے شکریے کے مستحق ہیں کہ انھوں نے مصنف کے متن سے انحراف نہیں کیا اور اس کو منشائے مصنف کے مطابق پیش کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے رشید حسن خاں کی پیروی کی ہے اور خطوط کی ترتیب و تدوین کے بارے میں ان کے درج ذیل اصول کو رہنما کے طور پر پیشِ نظر رکھا ہے۔رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

''مرحومین کے خطوط کو چھپنا چاہیے، مگر تحریف اور دخل اندازی کے بغیر یعنی کسی مرتب کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ بعض لفظوں کی جگہ نقطے لگائے یا ایک لکیر کھینچ دے۔یہ ہو سکتا ہے کہ بعض لفظ، جملے یا سطریں مرتب کے خیال میں شائع ہونے کے قابل نہ ہوں؛ مگر مرتب کو یہ حق دیا کس نے کہ وہ اپنے خیال سے کام لے کر دوسرے شخص کی عبارت میں ردّوبدل کرے؟ کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہو سکتا۔اگر مرتب میں اِتنا حوصلہ نہیں، اِتنی جرات نہیں کہ وہ سب کچھ چھاپ سکے، تو پھر مصلحت اندیش، عافیت دوست یا کم زور اعصاب رکھنے والے کے لیے جائز ہی نہیں کہ وہ ایسے کسی مجموعے کو شائع کرنے کا خیال بھی دل میں لائے''۔[۷]

اتنے ضخیم مجموعے میں صرف ایک مقام ایسا ملا جہاں مرتب کو اپنے اس اصول سے انحراف کرنا پڑا لیکن یہ ان کی مجبوری تھی۔ڈاکٹر شارب ردولوی نے اپنے نام رشید حسن خاں کے خطوط انھیں بھجوائے ان میں ایک خط سے میں سے دو لفظوں یا جملوں پر سیاہی پھر کے بھیجا۔اس پر ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا حاشیے میں لکھتے ہیں:

''ایک دو جملوں پر پرفیسر شارب ردولوی نے سیاہی پھیر دی ہے، وہ لکھتے ہیں: ''صرف ایک خط میں دو لفظ میں نے کاٹ دیے ہیں ان کا شائع کرنا مناسب نہیں تھا۔وہ بے تکلف انسان تھے اور

دل میں کوئی بات نہیں رکھتے تھے اس لیے کبھی کوئی ایسی بات بھی لکھ دیتے تھے جس کا شائع کرنا مناسب نہیں ہے'' (مکتوب بہ نام راقم مرقومہ ۲۱۔فروری ۲۰۰۸ء)''۔۸

ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا کا اختیار کردہ دوسرا اصول جس کا مذکورہ بالا ان کے اقتباس میں ذکر ہوا تھا یہ کہ انھوں نے ان تمام خطوط کا املا رشید حسن خاں کے منشا کے مطابق رکھا ہے۔

اس سلسلے میں رشید حسن خاں کی کتاب اردو املا کو انھوں نے بنیاد بنایا ہے۔یہ بھی بڑی اہم بات ہے اور ضروری بھی تھی۔ان میں سے جو مطبوعہ خطوط تھے جو تعداد میں بہت کم ہیں ان میں رشید حسن خاں کے املا کی پیروی نہیں کی گئی تھی۔دوسری بات رشید حسن خاں خود ایک زمانے میں املا کے بارے میں بعض انقلابی تجاویز کے قائل تھے اور اس زمانے کے خطوط میں ان کا املا مختلف ہے۔ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا نے ۱۹۶۰ء کے آس پاس کے ان خطوط کا املا بھی رشید حسن خاں کے بعد میں اختیار کردہ املا کے مطابق کر دیا ہے اور ان خطوط پر لکھے گئے اپنے حواشی میں ان کے پرانے املا کو ظاہر کر دیا ہے۔ان کے ایسے حواشی بہت اہم ہیں جو رشید حسن خاں کے املا کے عبوری دور کی تفصیلات سے مکمل آگاہی دیتے ہیں۔کیا ہی اچھا ہوتا اگر رینا صاحب اس زمانے کے چند ایک مکاتیب کے عکس بھی اس مجموعے کی زینت بنا دیتے۔

رشید حسن خاں کے خطوط کے طریق تدوین کے بارے میں اب چند وہ باتیں جن کا ذکر ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا نے ''حرفِ آغاز'' یا اپنے ''مقدمہ'' میں نہیں کیا لیکن خطوط کے مطالعے سے انھیں آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔پہلی اہم بات یہ کہ مرتب نے ہر مکتوب الیہ کے نام خطوط کو زمانی ترتیب سے رکھا ہے۔یہ ترتیب ضروری تھی اور اس کی اپنی اہمیت ہے۔جن خطوط پر رشید حسن خاں نے تاریخیں درج نہیں کی تھیں اُن کی تاریخوں کا تعین ڈاکٹر رینا نے ان کے لفافوں کی مہروں سے کر لیا ہے۔جن کا تعین پھر بھی نہیں ہو سکا۔ان کو اس مکتوب الیہ کے نام خطوط کے آخر میں شامل کیا ہے۔ہونا بھی ایسے ہی چاہیے تھا خطوط کی ترتیب و تدوین کا یہی مناسب طریقہ ہے۔چند مقامات پر ایسا ہوا کہ خطوط ترتیب کے اس اصول کے خلاف آ گئے ہیں۔مخمور سعیدی، ڈاکٹر اصغر عباس، ڈاکٹر گیان چند اور ڈاکٹر مختارالدین احمد کے نام خطوط میں ایسا ہے کہ خطوط پر تاریخیں درج ہیں لیکن وہ زمانی ترتیب کے برعکس ہیں۔

رشید حسن خاں اپنے خطوط پر مقام اور تاریخ تحریر لکھنے کی اکثر پابندی کیا کرتے تھے لیکن تاریخوں کے اندراج میں ان کے ہاں کوئی ایک طریقہ نہیں تھا۔کبھی تو مروجہ اصول کے مطابق خط کے شروع میں مقام کے بعد تاریخ لکھتے تھے کبھی آخر میں اپنے دستخطوں کے نیچے تاریخیں اردو ہندسوں میں لکھتے تھے اور کبھی انگریزی ہندسوں میں۔ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا نے یہاں بھی اصول ترتیب و تدوین کی معیاری اور مروج صورت کو اختیار کیا ہے کہ تاریخیں ساری اردو ہندسوں میں اور خطوط کے شروع میں کر دی ہیں اور جہاں اصل خط میں اس کے خلاف تھا اُس کو حاشیے میں ظاہر کر دیا ہے۔لیکن اس سلسلے کے اُن کے بیشتر حواشی اضافی معلوم ہوتے ہیں۔مثلاً اختیار کردہ اسی طریقے اور اصول کو اگر وہ ''حرفِ آغاز'' میں بتا دیتے تو اس سلسلے کے بہت سے حواشی سے بچا جا سکتا تھا۔دوسری

بات اس نوعیت کے بعض حواشی اس حوالے سے غیر ضروری ہیں کہ اصل خط میں یہ ہے کہ شروع میں صرف مقام درج ہے اور تاریخ سے وہ خالی ہے تو اس پر اس طرح کا حاشیہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ ''مقام اوپر درج ہے تاریخ نہیں ہے''۔کہیں ایسے حواشی بھی نظر پڑ جاتے ہیں کہ ان کے مطابق اصل خط میں مقام اور تاریخ دونوں اوپر درج ہیں اور انھوں نے ایسے ہی متن کو رکھا بھی ہے لیکن اس کے باوجود اس پر حاشیہ درج ہے کہ ''مقام اور تاریخ اوپر درج ہے''۔ ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔

رشید حسن خاں کے خطوط کے اس مجموعے کے محلِ نظر چند مقامات کے علاوہ مجموعی طور پر اس کے مرتب ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا کی تحقیق وتدوین سے سنجیدہ دلچسپی،ان کی محنت اور دقتِ نظر اور سب سے بڑھ کر اُن کی نیک نیتی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ اُن کا غیر معمولی تحقیقی کارنامہ ہے۔اس مجموعے کے پیش لفظ میں ڈاکٹر شارب ردولوی لکھتے ہیں:

> ''ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا نے رشید حسن خاں کے خطوط مرتب کر کے تحقیقی عمل کا ایک ایسا نمونہ پیش کر دیا جو اس طرح کے کام کرنے والوں کی رہنمائی کرتا رہے گا۔
>
> ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا خود تحقیقی مزاج رکھتے ہیں۔پروفیسر شام لال کالڑا عابد پیشاوری کے زیر سایہ ان کی ذہنی تربیت ہوئی اور انھوں نے اپنا پہلا تحقیقی مقالہ ''پنڈت میلا رام وفا: حیات وخدمات'' انھیں کی زیر نگرانی مکمل کیا۔عابد پیشاوری خود بے حد محتاط محقق اور نقاد تھے،تحقیق کی وہی وراثت ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا کو ملی۔ڈاکٹر رینا اردو تحقیق میں سب سے زیادہ رشید حسن خاں سے متاثر رہے اور اُن کی تحریروں سے انھوں نے بہت کچھ سیکھا۔آج ڈاکٹر رینا خود جموں وکشمیر میں تحقیق کے اصول اور املا کے ماہرین میں شمار کیے جاتے ہیں اور انھیں ان موضوعات پر لکچر کے لیے مختلف یونی ورسٹیوں میں مدعو کیا جاتا ہے۔
>
> ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا نے برسوں کی محنت اور کدوکاوش سے رشید حسن خاں کے خطوط مرتب کیے ہیں ،ان کا یہ کام خود ایک بڑے تحقیقی کام کی حیثیت رکھتا ہے''۔۹

ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا نے جس محبت اور محنت سے ان خطوط کو مرتب کیا ہے،اس کے لیے کتنی بار وہ ان کے مطالعے سے گزرے ہوں گے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔اس طرح ان خطوط کے مندرجات خوب اُن پر روشن ہیں۔ان کے بارے میں ان کی رائے اہمیت رکھتی ہے وہ لکھتے ہیں:

> ''خاں صاحب کے خطوط سے اُن کی ابتدائی زندگی،سیاسی حالات،اُن کے شوق،اُن کی نجی و گھریلو زندگی،بچوں سے اُن کی شفقت۔اُن کی بیماری،اُس کے علاج ومعالجے پر اُن کے اخراجات،بیماری کے علاج کے لیے بار بار بمبئی جانے،وہاں کے قیام،ادبی اسفار،اپنے معاصرین،دوستوں وشاگردوں سے اُن کے تعلقات،بعض حضرات سے متعلق اُن کی آرا،اُن

کے قلم کے لہجے کی کاٹ، عروض وقواعد کی پابندی، دوسروں کی شاعری، نثری مضامین اور اہم کتب پر تبصروں کے علاوہ خدا کی عبادت کے بجائے اپنے کام کی عبادت یعنی ''ورک از ورشپ'' کا کھل کر پتا چلتا ہے''۔۱۰

اپنے طویل مقدمے میں انھوں نے بڑی تفصیل سے مثالوں کے ساتھ ان خطوط کی اہمیت کو واضح کیا ہے جس سے رشید حسن خاں کی علمی شخصیت کے مختلف پہلو اجاگر ہوتے ہیں۔ اس تفصیل کو یہاں دہرائے بغیر اب ذیل میں رشید حسن خاں کے خطوط کے اسلوب کے کچھ نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر خلیق انجم کے نام ۲۲۔فروری ۱۹۶۳ء کے خط میں لکھتے ہیں:

''یہ سن سن کر کان پک گئے، کہ آج آپ کا خط فلاں صاحب کے پاس آیا ہے آج فلاں صاحب کے پاس۔ جس کو دیکھو خط لیے چلا آرہا ہے اِسے آنکھوں سے لگا رہا ہے۔ صبر کی بھی آخر ایک حد ہوتی ہے۔ سوچا خود ہی خط لکھوں، اور بالجبر جواب حاصل کروں۔ اور پھر اعلان کروں کہ بھائیو ہم بھی حلقۂ خاصان میں شامل ہو گئے۔

کہیے صاحب! مرزا سودا کا مزاج کیسا ہے اور مرزا مظہر کس حال میں ہیں؟ برادر! سو پشت سے واقعی اگر پیشۂ آبا سپہ گری ہو، تب بھی یہ لازمی نہیں کہ برخوردار سعادت آثار اس کا سہارا لے کر کچھ کر دکھائیں۔ اب تو توبہ بول گئے ہوگے؟ بڑے بڑے پڑھے لکھے استادوں سے سابقہ پڑ رہا ہوگا''۔۱۱

۲۷۔دسمبر ۱۹۷۳ء کے خط میں رئیس احمد نعمانی کو لکھتے ہیں:

''سچ مچ آپ سے معذرت طلب ہوں، کیا کروں، کوتاہ قلمی بے طرح آمادۂ رفاقت ہے۔ اور اب تو یہ شامل وضع داری ہوتی جاری ہے۔ ایک دوسری بات یہ ہے کہ آپ جیسے مخلصین پر مجھے اعتماد اس قدر ہے کہ آپ ناراض کبھی نہیں ہوں گے، اس لیے یہ خوے بد رنگ لاتی رہتی ہے''۔۱۲

۲۹۔دسمبر ۱۹۸۳ء کو علی احمد فاطمی کو لکھتے ہیں:

''معذرت کیا کروں، تاخیر کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ تم اگر ناراض ہو، تو اِس کا حق پہنچتا ہے؛ لیکن چوں کہ ہو بہت مہذب اور وضع دار، اس لیے دل یہ کہتا ہے کہ جلد ہی مَن جاؤ گے۔ یہ توقع کرتا ہوں کہ اس قدر اور اس طرح کا اعتماد ہر ایک پر تو نہیں ہوتا''۔۱۳

انھوں نے کسی سیمینار میں شرکت کے لیے الہ آباد آنے پر اصرار کیا تھا۔ رشید حسن خاں جواب میں ۲۳۔مارچ ۱۹۹۸ء کو لکھتے ہیں:

''تم تو آرام جان تھے، یہ دشمن عافیت کیسے ہو گئے! بوڑھا، بیمار شخص، اُس کو زمین کا گز بنانا چاہتے ہو اور اُس عالم میں جب کہ یہاں سے کوئی قاعدے کی ٹرین نہیں گزرتی۔ اب میں پہلے دہلی جاؤں گاڑی میں بیٹھوں۔ کتنے اگر اور مگر ہیں اس میں۔ اچھے بچے اچھی باتیں کیا کرتے ہیں۔ تم

بھی ویسی ہی باتیں کیا کرو۔ وہاں مجھ سے کہیں بہتر لوگ آئیں گے جو واقعی روشن خیال ہوں گے اور زمانہ شناس، (شاید زمانہ ساز بھی ہوں) ایسے میں میری نہ ضرورت نہ گنجائش اور پھر غالبِ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں! میاں! میری معذرت قبول کرلو خدا (جس کے متعلق یہ نہیں معلوم کہ وہ ہے تو کہاں ہے) تم کو جنت دے گا اور بہت سی حوریں اگر اچھے دل سے مان لو گے یہ بات۔ بُرے دل سے مانو گے تو وہاں حوروں کی جگہ غلمان ملیں گے، یہ یاد رکھّو''۔۱۴

ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی مذہبی آدمی تھے اور بعض اوقات رشید حسن خاں کو بھی اس کی تلقین کیا کرتے تھے۔ ان کی یہ باتیں ان کے پیشِ نظر تھیں اب ان سے علی گڑھ میں موجود زٹل نامے کے کسی نسخے کی کیفیت معلوم کرنا ہے۔ ان کے نام ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۹۹ء کے خط کا اقتباس دیکھیے:

''ایک نسخہ یا دو نسخے علی گڑھ میں ہیں، زحمت یہ دوں گا آپ بہ چشمِ خود انھیں دیکھ کر یہ بتائیں کہ اُن میں سے کون سا نسخہ تدوین کے لحاظ سے کام کا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے دو چار صفحے تو پڑھنا ہی پڑیں گے آپ کو۔ خیر، چوں کہ کاتبینِ اعمال فرشتے ہیں (جیسا کہ سنا ہے) اور وہ اردو جانتے نہیں، اس لیے آپ کی زبان سے جو لفظ نکلیں گے، انھیں سمجھ ہی نہیں پائیں گے اور اُن کے پاس ایسا بھی کوئی نہیں ہوگا جیسے آپ میرے لیے ہیں، کہ جب مشکل ہوئی، خط لکھ دیا؟ اِس لیے شاید اُن لفظوں کی بنا پر کوئی گناہ درج کاغذات نہ ہو سکے۔ اور ہو بھی گیا تو کیا ہوگا، آپ کے اچھے کام اتنے ہوں گے کہ وہ سب اس کے بوجھ کے نیچے دب جائیں گے''۔۱۵

ان اقتباسات سے ان کے اسلوبِ نگارش کے ایک بڑے نمایاں پہلو کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ایسے موقعوں پر اُن کا ذہن بات کرنے کے انداز کے ایسے ایسے پہلو تراشتا ہے کہ مرزا غالب کے اسلوب کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ غالب کے اسلوب کے اثرات ان پر واضح دکھائی دیتے ہیں۔

ڈاکٹر ٹی۔ آر۔ رینا نے رشید حسن خاں کے اسلوبِ نگارش کے بارے میں کوئی رائے ظاہر نہیں کی۔ البتہ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے ان کے اسلوب کے بارے میں لکھا ہے ملاحظہ کیجیے ان کی رائے:

''رشید حسن خاں کا اُسلوبِ نگارش موضوعات کی ثقاہت کے باوجود، شعریت کے ذائقے سے معمور ہے۔ اُنھوں نے انتہائی خشک اور بے رس موضوعات پر قلم اُٹھایا ہے مگر اُسلوب خوش رنگی کے باعث اُن کی تحریریں ذوق وشوق اور جذب واشتیاق کے ساتھ پڑھی جاتی رہی ہیں۔ اُن کے مکاتیب میں بھی اُسلوب کی یہ رعنائی اپنے تمام تر رنگوں کے ساتھ عکس ریز ہے۔ زیرِ نظر مجموعے میں شامل مکاتیب کی مجموعی فضا سنجیدہ اور علمی ہے۔ اس طرح کی فضا بالعموم قارئین کے لیے اُکتاہٹ اور بے زاری کا باعث بنتی ہے مگر رشید حسن خاں کے مکاتیب، اظہار کی دل کشی اور اُسلوب کی چاشنی کے باعث قارئین کو اپنے متن سے اِدھر اُدھر نہیں ہونے دیتے۔ مکتوب الیہ اور

مکتوب نگار کے درمیان ادب واحترام کا رشتہ ہے؛ دونوں ایک دوسرے کے مقام ومرتبے سے آشنا اور ایک دوسرے کے مزاجوں سے گہری واقفیت رکھتے ہیں ۔ادب و احترام اور محبت و مؤدت کا یہ رنگ تمام مکاتیب میں برابر موجود ہے۔مکاتیب میں کہیں بے تکلفی اور کہیں چھیڑ چھاڑ کا رنگ ایک لمحے کے لیے اپنی جھلک دکھا کر ہوا میں معدوم ہو جاتا ہے،اسی طرح بے تکلفی کا یہ رنگ ایک لمحے کے لیے قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اور پھر وہی علمی اور سنجیدہ فضا مکاتیب کے متن پر حکم رانی کرنے لگتی ہے۔بے تکلفانہ رنگ کے یہ چھینٹے اُسلوب کی رعنائی میں اضافے کا باعث بنتے ہیں''۔[۱۶]

انھوں نے یہ رائے رشید حسن خاں کے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے نام خطوط کی بنیاد پر قائم کی ہے لیکن ڈاکٹر ٹی آر۔رینا کے مرتبہ خطوط پر بھی بڑی حد تک صادق آتی ہے بلکہ رشید حسن خاں کے خطوط چونکہ مختلف لوگوں کے نام ہیں جن سے رشید حسن خاں کے تعلق کی نوعیت بھی بعض صورتوں میں مختلف تھی اس وجہ سے اُن خطوط میں ان کے اسلوب نگارش کی متعدد مزید مثالیں ملتی ہیں۔بے تکلف اندازِ نگارش اور سنجیدہ علمی اسلوب ہر دو کی انتہائی صورتیں مل جاتی ہیں۔مجموعی طور پر اُن کے اسلوب نگارش پر غالب کا اثر زیادہ دکھائی دیتا ہے۔جب وہ خاص ترنگ میں ہوتے ہیں تو اُن کا لہجہ بہت دلچسپ ہو جاتا ہے اور قلم معجز نما نثر لکھنے پر آمادہ نظر آتا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ ناشاد،ڈاکٹر ارشد محمود''عرض مرتب''،مشمولہ:مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی،مرتبہ:ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد،(لاہور:ادبیات،طبع اوّل،جون ۲۰۰۹ء)،ص:۱۶

۲۔ ایضاً،ص:۱۵۔۱۶

۳۔ ایضاً،ص:۱۳

۴۔ ایضاً،ص:۱۴

۵۔ رینا،ڈاکٹر ٹی۔آر،''حرفِ آغاز''،مشمولہ:رشید حسن خاں کے خطوط،مرتبہ:ڈاکٹر ٹی آر۔رینا،(نئی دہلی:قومی کونسل برائے فروغ زبان اُردو،فروری ۲۰۱۱ء)،ص:۱۲

۶۔ ایضاً،ص:۱۱

۷۔ رشید حسن خاں، تفہیم ،(نئی دہلی:مکتبۂ جامعہ،پہلی بار،دسمبر ۱۹۹۳ء)،ص:۵۸

۸۔ رینا،ڈاکٹر ٹی۔آر،''حاشیہ''،مشمولہ:رشید حسن خاں کے خطوط ،مرتبہ:ڈاکٹر ٹی آر۔رینا، ص:۶۴۷

۹۔ شارب ردولوی،''پیش لفظ''مشمولہ:رشید حسن خاں کے خطوط ،مرتبہ:ڈاکٹر ٹی

آر۔رینا،ص:۱۵

۱۰۔ رینا،ڈاکٹر ٹی۔آر،’’حرفِ آغاز‘‘،مشمولہ: رشید حسن خاں کے خطوط،مرتبہ:ڈاکٹر ٹی آر۔رینا،ص:۱۱

۱۱۔ رشید حسن خاں،رشید حسن خاں کے خطوط،مرتبہ؛ڈاکٹر ٹی آر۔رینا،ص:۳۵۱

۱۲۔ ایضاً،ص:۴۳۸

۱۳۔ ایضاً،ص:۷۴۹

۱۴۔ ایضاً،ص:۷۵۶۔۷۵۳

۱۵۔ ایضاً،ص:۷۱۳

۱۶۔ ناشاد،ڈاکٹر ارشد محمود،’’عرضِ مرتب‘‘،مشمولہ: مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی،مرتبہ:ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد،ص:۱۳۔۱۴

مآخذ:

۱۔ رشید حسن خاں، تفہیم ،نئی دہلی:مکتبۂ جامعہ،پہلی بار،دسمبر ۱۹۹۳ء۔

۲۔ رینا،ڈاکٹر ٹی۔آر،’’حرفِ آغاز‘‘،مشمولہ: رشید حسن خاں کے خطوط،مرتبہ:ڈاکٹر ٹی آر۔رینا،نئی دہلی:قومی کونسل برائے فروغ زبان اُردو،فروری ۲۰۱۱ء۔

۳۔ ناشاد،ڈاکٹر ارشد محمود’’عرضِ مرتب‘‘،مشمولہ: مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی،مرتبہ:ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد،لاہور:ادبیات،طبع اوّل،جون ۲۰۰۹ء۔

☆☆☆